میں زیرِ بارِ تیرا

ندا حسنین

رات گہری ہو چکی تھی، میں لاؤنج میں بیٹھا بظاہر ٹی وی دیکھنے میں مگن تھا مگر اصل میں میرے خیالات کی رو اِدھر اُدھر بھٹکتے میرے اوپر سوچوں کے کئی در وا کیے جا رہی تھی۔

''تو آخر وہ وقت آ ہی گیا اصفہان لودھی کہ تم اپنے دل کے ٹکڑے کو رخصت کرو۔'' دعا کی شادی اتنی جلدی کرنا ہی دراصل ابھی میری پلاننگ میں شامل نہیں تھا۔ نہ ہی میں نے اپنی عزیز از جان بیگم سے کہا تھا کہ بیٹی کے

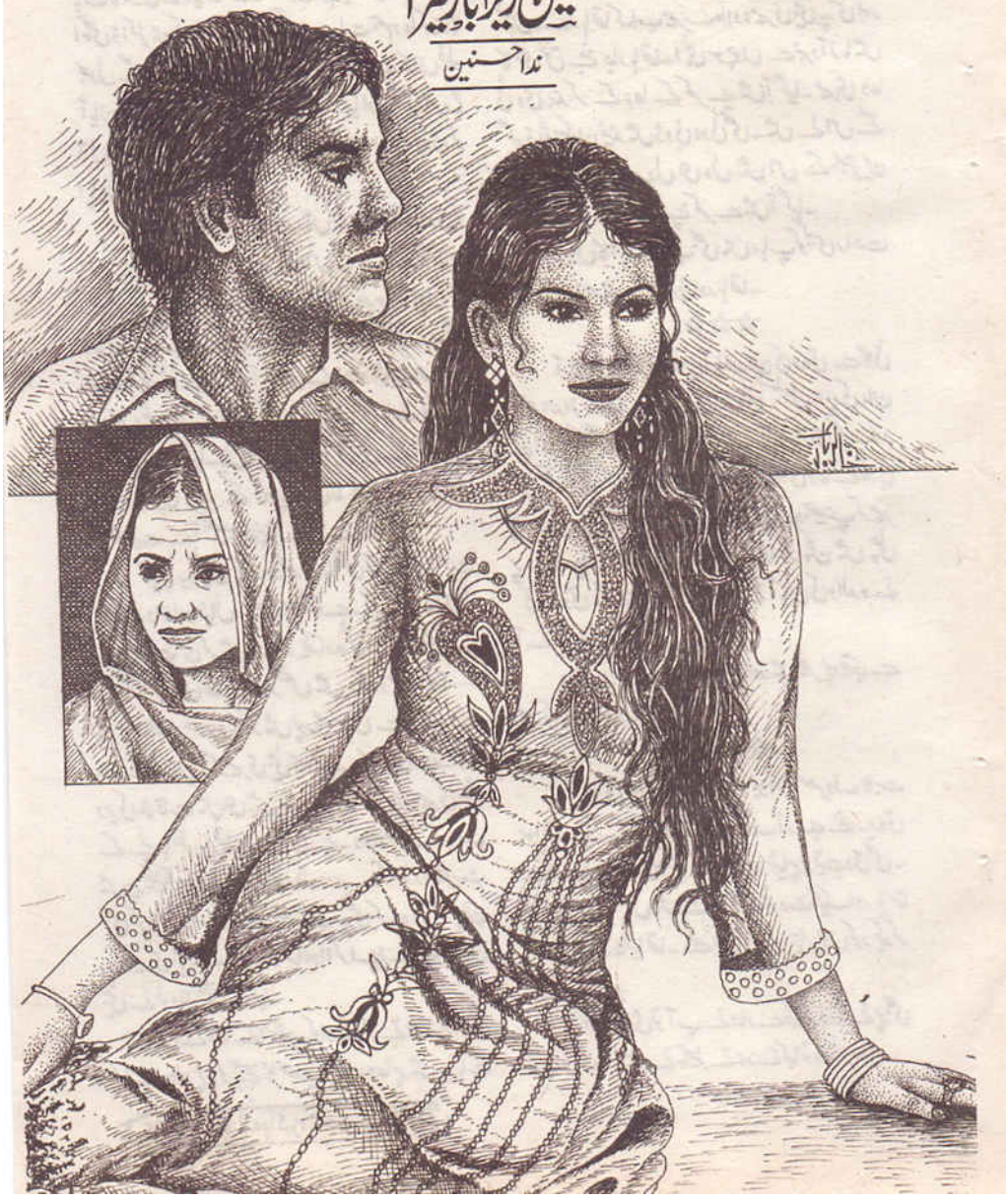

لیے بر تلاش کرو..... ہم دونوں ہی یہی چاہتے تھے کہ دعا وہ سب کچھ حاصل کرلے جس کی خواہش اسے اور ہمیں بھی ہے۔ وہ میڈیکل کی ذہین طالبہ تھی..... اور اس کی ذہانت اور محنت نے ہم دونوں میاں، بیوی کو اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ وہ مستقبل قریب میں ضرور ایک اچھی ڈاکٹر بن کر سامنے آئے گی، پر یہ بات ہم دعا کو بتانا بھول گئے تھے تبھی اس نے دورانِ تعلیم ہی اپنے کلاس فیلو آیان کو اپنے ہم سفر کے طور پر پسند کرلیا اور اچھی طرح ذہنی ہم آہنگی ہوجانے کے بعد ہم دونوں میاں بیوی کو اپنی پسند سے آگاہ کیا۔

دعا ہماری اکلوتی بیٹی ہے، میں نہیں جانتا کہ روحی کو اس سے کس درجہ محبت ہے۔ وہ اس کی ماں ہے تو ظاہر ہے محبت بے انتہا ہی ہوگی پر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ دعا میرے لیے کیا ہے۔ دعا میرے لیے آکسیجن سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ میں آکسیجن کے بنا تو شاید کچھ وقت جی لوں مگر دعا کے بغیر ناممکن..... میں بھی بات کو کہاں سے کہاں لے گیا۔ ہاں تو میری ناز و پلی بیٹی نے ایک دن آیان کو اپنی پسند کے روپ میں لا کھڑا کیا اور بڑی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہنے لگی۔

''پاپا یہ آیان ہے، مجھے یہ بالکل آپ جیسا محبت کرنے والا اور خیال رکھنے والا لگتا ہے۔ آپ کو کیسا لگا؟''

اس کی بات سن کر میں اسے دیکھتا رہ گیا۔ میری بیٹی کے لیے کتنا آسان تھا کسی اور شخص میں مجھے ڈھونڈ لینا..... پھر اپنا غصہ، حسد دبا کر میں پوری سچائی سے آیان سے ملا۔ مجھے ماننا پڑا کہ میری بیٹی کا انتخاب بہترین ہے۔ کچھ دیر کی ملاقات میں ہی میں جان چکا تھا کہ آیان میری بیٹی کے لیے بالکل پرفیکٹ چوائس ہے۔ وہ نہ صرف ذہانت میں پریکٹیکل اپروچ رکھتا تھا بلکہ دوسرے کو انڈر اسٹیمیٹ بھی کرتا تھا۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ وہ دل و جان سے میری بیٹی پر فدا تھا۔ تو کیا ہوا اگر اپنے لیے ہیرا میری بیٹی نے خود ہی منتخب کرلیا۔

میں نے دعا کے انتخاب کو اوکے کرتے ہوئے آیان کو اپنے والدین کو بھیجنے کا عندیہ دیا۔۔ دعا پر میں یہ بات واضح کرچکا تھا کہ بے شک ابھی ان دونوں کی منگنی کردی جائے گی۔ مگر شادی ان کی تعلیم مکمل اور آیان کے اسٹیبلش ہونے کے بعد ہی کی جائے گی۔ میں اور روحی، آیان سے مل کر مطمئن تھے اور ہمیں مطمئن دیکھ کر دعا خوش تھی۔

روحی کب کی سو چکی تھی مگر مجھے یہ احساس ہی سونے نہیں دے رہا تھا کہ اب میرے علاوہ میری بیٹی پہ کسی اور کا بھی حق بننے جارہا تھا۔ انہی سوچوں سے نبرد آزما میں ٹی وی بند کر کے دعا کے کمرے میں آگیا۔ میری دعا گہری پُرسکون نیند میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور دل ہی دل میں اس کے بہترین نصیب کی دعائیں کرتا اپنے کمرے میں آگیا۔

بیٹیوں کا اچھا نصیب بھی ماں، باپ کو کیسی راحت بخشتا ہے یہ احساس مجھے آج ہو رہا تھا۔

☆☆☆

آیان کی والدہ کا فون آیا اور ان کی روحی سے کافی اچھے انداز میں بات ہوئی تھی۔ روحی مسلسل ان کی، ان کے اندازِ گفتگو اور اخلاق کی تعریف کیے جارہی تھی۔ اور میں مسکرا مسکرا کر سنتا جارہا تھا اور سامنے بیٹھی دعا کے گلابی چہرے پر حیا کی لالی بکھرے جارہی تھی۔ وہ جھینپ کر میز پر رکھے چائے کے جھوٹے کپ اٹھا کر کچن میں چلی گئی۔ روحی مجھے بتانے لگی کہ اس ہفتے آیان کی والدہ نے آنے کا کہا ہے۔

وہ مزید تفصیلات بتارہی تھی اور میں بھرپور توجہ سے اس کی بات سن رہا تھا۔

☆☆☆

آج کا دن روحی کے لیے بڑا ہی مصروف ثابت ہوا تھا۔ بیٹی کے رشتے کے لیے لوگ آرہے تھے۔ روحی نے گھر کی بنائی ہوئی اشیا کو بازار کی اشیا پر فوقیت دی تھی۔ شامی کباب، نگٹس، فروٹ ٹرائفل، فروٹ کیک اور پاستا گھر میں ہی بنالیا تھا۔ مجھے اس کی ان تیاریوں کو دیکھ کر ہنسی آنے لگی۔

''اتنی تیاری تو آپ نے ہمارے پہلی دفعہ آنے پر بھی نہیں کی تھی۔'' میں نے چھیڑتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔

''ہمارا معاملہ تو بالکل ہی الگ تھا۔'' روحی کی کہی گئی بات کا میں بخوبی مطلب سمجھ گیا تھا۔

وہ اب دعا کے ساتھ وارڈ روب سے اس کے لیے لباس پسند کر رہی تھی۔ شاید ہلکے گلابی اور گرے رنگ کے امتزاج کا کوئی سوٹ جو اُن دونوں ماں، بیٹی کو آج کے دن کے لیے مناسب لگا تھا۔ ان دونوں کو تیاریوں میں مصروف دیکھ کر میں کچھ دیر کے لیے آرام کرنے کی نیت سے اپنے کمرے میں آ گیا۔

میری آنکھ روحی کے جگانے پر کھلی..... مہمان آ چکے تھے اور روحی اطلاع دینے میرے کمرے میں آئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد میں فریش ہو کر مہمانوں سے ملنے کی نیت سے کمرے سے باہر نکل آیا۔

ڈرائنگ روم سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ چند ایک جملے ہی کانوں سے ٹکرائے جن سے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ بات خوشگوار ماحول میں ہو رہی ہے۔ میں مطمئن سا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ سامنے ہی آیان بیٹھا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بائیں جانب اس کے والد صاحب تھے۔ میں ان سے مل کر آیان سے ملا اور پھر اس کی والدہ کو سلام کرنے کی نیت سے پلٹا اور دم بخود رہ گیا۔ والدہ کے روپ میں بیٹھی وہ خاتون بھی مجھے ایک ٹک دیکھے جا رہی تھیں۔ جس طرح ان کی نگاہوں میں موجود شناسائی کی رمق میری نظروں سے اوجھل نہ رہ سکی۔ یقیناً میری نظروں سے چھلکتی شناسائی بھی ان تک پہنچ چکی تھی۔

میں چونکا تب..... جب روحی نے مجھے آواز دے کر متوجہ کیا..... میں ہوش میں آتا شرمندہ سا روحی کے برابر بیٹھ گیا۔ گفتگو کا آغاز پھر سے ہو چکا تھا مگر میں وہاں موجود رہ کر بھی ان سب سے گویا غافل تھا۔ ان سب کی باتوں کا بس ہوں، ہاں میں جواب دے رہا تھا مگر میرے اندر ایک جھکڑ سا چلنے لگا تھا۔ یہ بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب دعا وہاں آئی اور ان سب سے مل کر واپس چلی گئی مجھ میں دوبارہ نظریں اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی..... میں بہ مشکل وہاں بیٹھا رہا اور ان کے جاتے ہی طبیعت کی ناسازی کا بہانہ بنا کر کمرے میں آ گیا۔

''تو اصفہان لودھی آج تمہارا ماضی تمہارے سامنے کھڑا تمہیں للکار رہا ہے۔ کیا تم تیار ہو اس للکار سے نمٹنے کے لیے۔'' میں شیشے کے سامنے کھڑا اپنا عکس دیکھ رہا تھا کہ اچانک میرا ہم شکل چہرہ شیشے پر نمودار ہوا اور مجھ سے باز پرس کرنے لگا۔

میں گھبرا کر وہاں سے ہٹ گیا۔ کارنر ٹیبل پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر ایک ہی سانس میں غٹا غٹ چڑھا گیا۔ میری نظروں کے سامنے وہ بیتے پل گھومنے لگے جو نادیدہ ہاتھوں سے میری پشت پر کوڑے برسا رہے تھے۔ وہ سب کچھ جو ایک عرصے سے میں بھولے بیٹھا تھا اب قطرہ، قطرہ مجھے یاد آ رہا تھا۔

☆☆☆

''اگر کوئی تمہارے دل میں اچانک دھڑلے سے آ کر اپنا ٹھکانا بنا کر رہنے لگے تو کوشش کرو کہ تم بھی اس کے دل کے ازلی مکین بن جاؤ۔ اگر تم کامیاب ہو گئے تو ٹھیک ورنہ پھر کہیں کے نہیں رہو گے۔''

مجھے یہ تو یاد نہیں یہ قول کس دانا نے کہا ہے..... ہاں مگر یہ قول میرے ذہن میں اٹک کر ضرور رہ گیا تھا۔

کہتے ہیں مرد کی صورت نہیں جیب دیکھی جاتی..... اور میں صورت بھی باکمال رکھتا تھا اور جیب بھی بھاری..... میں اپنے والدین کا اکلوتا، تعلیم یافتہ اور اعلیٰ عہدے پر فائز خوبرو جوان بیٹا تھا۔ ایسے میں میرا مزاج آسمان پر ہو تو اس میں کچھ عجب بھی نہیں..... خاندان تو خاندان محلے کی لڑکیاں بھی میری ایک نظرِ کرم کو ترستی تھیں اور ان کی امائیں میری اماں سے بہترین تعلقات بنانے کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتیں۔ میری اماں ان کی نیتوں سے اچھی طرح واقف تھیں اس لیے ان تمام تو انین سے محتاط رہتیں..... اور میں دل ہی دل میں ان کی جھوٹی محبتوں کے دکھاوے پر ہنستا اپنی زندگی میں مگن تھا۔ میرے شب و روز یونہی اپنی زندگی میں مست گزر رہے تھے کہ رابعہ نے میری زندگی میں آ کر ہلچل مچا دی۔ رابعہ کا خاندان ہمارے محلے میں نیا، نیا آ کر آباد ہوا تھا۔

وہ بڑی سلونی سی شام تھی جب میں بڑے خوشگوار موڈ میں اپنی بائیک پر آفس سے واپس آرہا تھا۔ گلی کے نکڑ پر مڑتے ہی مجھے بائیک کو فوراً بریک لگانا پڑا۔ سامنے ہی ایک دوشیزہ اپنی چھوٹی بہن کے ہمراہ کھڑی تھی۔ مجھے سرِ عام یوں گھورتا پا کر ایک ناگوار نگاہ مجھ پر ڈال کر وہ آگے بڑھ گئی۔ مجبوراً مجھے بھی آگے اپنے راستے چلنا پڑا۔ وہ سانولی سی تیکھے نین نقش کی مالک لڑکی مجھے اچھی لگی۔ اس واقعے کے بعد بھی میرا اس سے دو تین بار سامنا ہوا۔ اس کے گھر کے ہی کسی چھوٹے بچے سے مجھے اس کا نام رابعہ معلوم ہوا تھا۔ رابعہ سے جب بھی میرا سامنا ہوتا اس کے چہرے کے تاثرات سے میرے لیے ناپسندیدگی جھلکتی۔ ایسا کیوں تھا میں یہ جاننے سے قاصر تھا..... پر مجھے اتنا ضرور معلوم تھا کہ وہ مجھے اچھی لگنے لگی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی آپ کو نظر انداز کرتا ہے تو دل اسی شخص کی توجہ کا متمنی ہو جاتا ہے۔ میرا دل بھی اب دیدارِ یار سے بڑھ کر بات کرنے کی خواہش کرنے لگا تھا۔ اور اس دن موقع دیکھ کر میں نے اسے ٹیرس پر کھڑا پا کر پتھر میں خط لپیٹ کر پھینک ڈالا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مڑ کر اس کا ردِعمل دیکھتا..... خوف تھا کہ کہیں وہی پتھر وہ مجھے کھینچ کر نہ دے مارے۔ میں خاموشی سے گھر آ گیا اور بے صبری سے اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اگلے دو دن تک میں جواب کے انتظار میں اس کے گھر کے باہر ٹہلتا رہا اور تیسرے دن اس نے اسی انداز میں پتھر میں خط لپیٹ کر جواب دیا۔ میں کتنی دیر تک تو اسے حیرت سے دیکھتا رہا اور پھر خط مٹھی میں چھپا کر گھر آ گیا۔ کمرے میں بیٹھ کر اس خط کو پڑھتے ہوئے میرے اندر سکون ہی سکون اترتا چلا گیا۔ رابعہ نے میرے اظہارِ عشق کا مثبت جواب دیا تھا۔ وہ بھی مجھے اب پسند کرنے لگی تھی۔ مگر خط میں اس نے واضح کر دیا تھا کہ وہ وقت گزاری کرنے والی لڑکی نہیں..... اگر میں سنجیدہ ہوں تو اپنے والدین کو اس کے گھر بھیجوں۔

خط پڑھ کر میرے اندر ایک احساسِ تفاخر پروان چڑھنے لگا۔ سامنے شیشے میں جھلکتے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے میں نے فخر سے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گردن اکڑا کر اپنے آپ سے کہا۔

''اصفہان لودھی..... بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی تمہیں نظر انداز کرے..... کیا تمہاری وجاہت اس قابل نہیں کہ تم چاہے نہ جاؤ۔'' میرے لبوں پر ایک مغرور سی مسکراہٹ سج گئی۔ مجھے اب خط کا جواب لکھنا تھا۔ میں ہزار وعدوں اور دعووں کے ساتھ رابعہ کو خط لکھنے لگا۔ کچھ ہی دنوں میں وہ میرے عشق میں پور، پور ڈوبتی چلی گئی۔ اور میں اسے اپنے عشق میں ڈوبتا دیکھ کر مطمئن ہوتا چلا گیا۔ چند ہی دن قبل وہ میرے دل کے دروازے پر مسلسل دستک دے رہی تھی اور میں پریشان سا اس کے گھر کے دروازے کے باہر گھومتا پھر رہا تھا..... اور اب میں اس کے دل کا ازلی مکین بن کر اس کے دل میں رہنے لگا۔ اور وہ میری راہ میں آنکھیں بچھائے انتظار کرتی رہتی۔

لفظ ''نہ'' میں بڑی کشش ہے۔ وہ کشش جو اس کی ''نہ'' میں تھی وہ ہاں میں بدلتے ہی ختم ہونے لگی۔ میں رابعہ کی محبت تسخیر کر چکا تھا۔ سو پہلے جیسی دیوانگی کا عالم نہیں تھا۔ وہ ہر خط میں مجھے اپنی اماں کو گھر بھیجنے کا کہتی اور میں ہوں، ہاں کر کے ٹال جاتا۔ وہ مجھے کبھی چوری چھپے نہ ملی، نہ ہی سرِ راہ بات کی پھر بھی وہ مجھ سے مخلص تھی۔ اور میں بھی اسے دھوکا دینے کا ارادہ نہیں رکھتا مگر.....

میری اور رابعہ کی یہ آنکھ مچولی جلد ہی ان تمام خواتین کی نظروں میں بھی آ گئی جو مجھ پر نظریں جمائیں بیٹھی تھیں اور ان کی ہی بدولت جلد ہی یہ بات میری اماں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی اور اماں نے بیٹے کو ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر اندر ہی اندر منصوبہ بندی کر ڈالی اور مجھے کانوں کان خبر تک نہیں ہونے دی۔

پتا تب چلا جب میرے ماموں ایک ماہ کی مدت کے لیے برطانیہ سے پاکستان آئے اور ہمارے گھر پڑاؤ ڈالا۔ ان کی ویل ایجوکیٹڈ، فر فر انگریزی بولتی، انتہائی خوب صورت بیٹی نے مجھے اپنی ایک جھلک میں ہی زیرِ بار کر ڈالا۔ وہ رابعہ بیچاری دل کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہ گئی..... اور روحی اجازت لیے بنا پورے حق سے میرے دل میں آسمائی اس کا دوستانہ انداز خوب صورت لہجہ.....

میں بچ کر جاتا بھی تو کہاں.....

''مرد ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔'' اماں یہ بات اچھی طرح جانتی تھیں اس لیے اماں نے پہلے ہی اپنے بھائی جان سے میرے اور روحی کے رشتے کی بات کرلی تھی۔ یوں ماموں جان نے پاکستان آکر روحی کی شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور جب اماں کو میرے اور رابعہ کے چکر کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے فوراً ہی میرا نام اپنے بھائی کے سامنے رکھ دیا۔ اور ماموں مجھے انکار کرنے کے لیے کوئی جواز ڈھونڈتے بھی تو نہ ملتا۔ اور جہاں تک بات تھی میرے کردار کی تو مرد کے کردار کو بھلا کون پوچھتا..... مرد کے سو معاشقے بھی معاشرے کی عدالت میں معاف ہوتے ہیں میرا تو پھر بھی ایک ہی تھا۔

روحی کے آنے کے بعد رابعہ پس منظر میں چلی گئی۔ میں نے روحی کو دل میں بسانے کے بعد رابعہ سے یوں منہ موڑ لیا جیسے سیاستدان الیکشن جیتنے کے بعد عوام سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہماری شادی آناً فاناً ہوگئی۔ اماں نے رابعہ کے خاندان کو بھی شرکت کی دعوت دی تھی۔ اور حیرت کی بات یہ کہ رابعہ اپنی ماں کے ساتھ میری شادی میں آئی بھی تھی۔ مجھے یاد ہے اس نے پہلے میرے پہلو میں دلہن بنی بیٹھی روحی کو اور پھر سہرا سجائے مجھے جن نظروں سے دیکھا تھا۔ اس پل میرے دل کو کچھ ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد میرا کبھی رابعہ سے آمنا سامنا نہیں ہوا۔ ہوتا بھی کیسے شادی کے ایک ماہ بعد ہی ہم وہ گھر، وہ علاقہ چھوڑ کر اس سے بہتر علاقے میں جا بسے تھے۔

☆☆☆

رابعہ میرے ماضی کا وہ باب تھی جو مجھے بھولے سے بھی کبھی یاد نہیں آیا۔ پر آج..... آج وہ آیان کی ماں کے روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی..... اور کیا ہی حیرت کی بات تھی کہ جسے میں زمانہ ہوئے بھولے بیٹھا تھا۔ ایک نظر میں ہی پہچان گیا۔

''یا الٰہی! یہ دنیا گول ہے یا پھر میرے حساب کا وقت قریب آگیا۔'' میں کب سے آنکھیں بند کیے اپنے

فنکار

اللہ تعالیٰ نے فنکاروں کو عظیم مقام دیا ہے، وہ جو خود شاہکار تخلیق کرتا ہے، ان فنکاروں کے ذریعے شاہکار تخلیق کرواتا بھی ہے۔ فنکاروں کو اللہ تعالیٰ کی اس دی گئی صلاحیت سے انصاف کرنا چاہیے۔ ان کا مقصد الگ ہو، اچھا ہے، ان کا راستہ الگ ہو، بہت اچھا ہے مگر ان کے فن کا دائرہ نہیں الگ ہونا چاہیے۔ اپنے فن کی وسعت کو نظر انداز کر کے اپنی پسندیدگی کو فن میں ڈھالنا فنکار کو بہت چھوٹا کر دیتا ہے۔

از: دیا آفرین، شاہدرہ

ماضی کے اوراق کو کھولتا چلا جا رہا تھا۔ روحی کب میرے پاس آ بیٹھی مجھے معلوم نہیں ہوا۔

''اصفہان، اس دن تو آیان کی والدہ فون پر مجھ سے بہت اخلاق سے بات کر رہی تھیں..... پر آج وہ کچھ خاموش سی لگیں مجھے.....'' روحی کی بات نے مجھے چونکا دیا۔

''شاید ان کی طبیعت خراب ہو۔'' میں نے روحی سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ روحی میری بات سے متفق بھی ہوگئی۔ کچھ دیر مزید یونہی باتیں کرتی وہ سونے لیٹ گئی۔ اور میں ایک بار پھر ماضی میں جھانکنے لگا۔

قدرت نے نیا اسٹیج سجایا تھا۔ آج رابعہ میری ماں کی جگہ کھڑی تھی۔ آیان میری جگہ کھڑا تھا۔ اور میری دعا، رابعہ کی جگہ کھڑی تھی۔ میں ماں کی طاقت کو بھی جانتا تھا، مرد کی محبت کو بھی اور محبت کے ہاتھوں مجبور لڑکی کی بے بسی کو بھی اچھی طرح سمجھتا تھا۔ جس جگہ دعا کھڑی تھی اسے اس جگہ کھڑا دیکھ کر میرا دل کانپ اٹھا تھا۔ میں خود کو مجرم سمجھنے لگا تھا اگر میری بیٹی کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی تو یقیناً یہ میرے ہی کرموں کا پھل ہوتا..... اور شاید میں یہ برداشت نہیں کر پاتا۔

دو دن گزر گئے تھے مگر آیان کے گھر والوں نے کوئی

رابطہ نہیں کیا..... مجھے روحی سے پتا چلا کہ آیان یونیورسٹی بھی نہیں آرہا تھا۔ دعا کا گلاب جیسا کھلا، کھلا چہرہ مجھے مرجھایا، مرجھایا سا محسوس ہونے لگا۔ روحی بھی چپ، چپ سی رہنے لگی تھی۔ میرے دل پہ اک بوجھ سا آگرا۔

''مرد شیر مار سکتا ہے مگر دل نہیں مار سکتا۔'' میری نانی یہ کہاوت بڑی کثرت سے کہا کرتی تھیں۔ اور آج مجھے ان کی یہ کہاوت بڑی شدت سے یاد آرہی تھی۔ آیان کا دل بھی تو میری دعا پہ آیا تھا۔ وہ دعا کو ہار نہیں سکتا تھا وہ اپنا دل نہیں مار سکتا تھا۔

''کیوں نہیں مار سکتا تھا دل؟ کیا تم نے دل نہیں مارا تھا رابعہ کے وقت.....؟'' میرے اندر سے کسی نے سوال اٹھایا۔

''ہرگز نہیں..... صحیح معنوں میں میرا دل روحی پر آیا تھا۔ رابعہ سے محبت تو بس ایک غلط فہمی تھی۔'' میں نے بوکھلا کر جواب دیا۔

''تو کیا خبر آیان کو بھی کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔'' اندر سے کوئی مجھ پر ہنسا تھا اور میں گھبرا کر اٹھ گیا۔

''مرد دل نہیں مار سکتا مگر محبت کو غلط فہمی یا غلطی کا نام دے کر راستہ ضرور بدل سکتا ہے۔'' میرے اندر سے چلّا کر میری اصلیت کوئی یاد دلا رہا تھا۔

اور پھر ایک ہفتہ گزر گیا۔ کوئی خبر نہ کوئی اطلاع..... آیان خود بھی غائب تھا اور اس کا موبائل بھی آف تھا۔ میں رابعہ کا جواب جان چکا تھا۔ میں اسے غلط نہیں سمجھ رہا تھا۔ شاید اس کی جگہ میں بھی ہوتا تو یہی کرتا..... یہ قدرت کا سبق تھا مجھ جیسے مردوں کے لیے جو دوسروں کی بہن بیٹیوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور پھر ان کے کیے کا پھل ان کی اولاد بھگتتی ہے۔

میں نے گھر کے اداس ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے یونہی ڈنر باہر کرنے کا پروگرام بنایا۔ روحی میرا مقصد جانتے ہوئے میری حمایت کرنے لگی۔ میری پیاری بیٹی دعا ہمیں خوش کرنے کے لیے راضی ہوگئی۔ وہ خوش نظر آنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مگر اس کی سوجی ہوئی آنکھیں اس کے رت جگوں کی غماز تھیں۔ مجھے اچانک رابعہ کی نگاہیں یاد آگئیں۔ مجھے پھولوں کی سیج پہ کسی اور کا ہاتھ تھامے کھڑا دیکھ کر وہ کانٹوں کی راہ گزر پہ چلی ہوگی۔ مجھے آج اپنی بیٹی کی صورت شدت سے رابعہ کی تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔

کھانا کھا کر جب ہم ہوٹل سے نکلے تو دعا کو بت بنا کھڑا پا کر میں تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔ اسے ہلایا، پکارا مگر وہ یک ٹک سامنے دیکھے گئی۔ میں نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو کھڑے، کھڑے ڈھے کر رہ گیا۔ سامنے آیان کسی لڑکی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا اس کے ہاتھوں میں شاپنگ بیگز تھے۔ میں اس منظر سے نگاہیں چراتا، دعا کو سہارا دیتا گاڑی میں بٹھانے لگا۔

''پاپا میں نے غلط کہا تھا۔ وہ آپ جیسا نہیں ہے۔ وہ بہت برا ہے۔'' وہ ہچکیاں لیتی اتنا ہی کہہ پائی اور اس کے الفاظ میرے دل پر تیر کی طرح جا لگے۔ میں اسے کیسے بتاتا کہ وہ میرے جیسا ہی تو تھا۔ شاید ہر مرد میرے ہی جیسا ہوتا ہے۔

اگلے دو دن تک دعا تیز بخار میں پھنکتی رہی اور میں مجرم بنا اس کے بستر سے لگا رہا۔

روحی، آیان کو بد دعائیں دیتی دعا کی تیمارداری کرتی رہی۔

آج دعا کچھ بہتر ہوئی تو ہمارے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر غلط شخص کے انتخاب پر ندامت کی تحریر رقم تھی۔ جسے میں بخوبی پڑھ سکتا تھا۔

دروازے پر بیل بجی تھی۔ ملازم دیکھنے گیا۔

''بی بی کچھ لوگ آئے ہیں، کہتے ہیں کہ آیان کے گھر والے ہیں۔'' ملازم کی اطلاع نے ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

''اچھا انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، میں آتی ہوں ابھی۔'' روحی نے سب سے پہلے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر دعا کو کمرے میں جا کر حلیہ درست کرنے کی ہدایت دے کر ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔ دعا مضطرب سی مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے ہمت بندھاتے

ہوئے اسے وہ ہی کرنے کا کہا جیسا روحی اسے کہہ کر گئی تھی اور خود لرزتے قدموں کے ساتھ ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

رابعہ، روحی سے بہت محبت سے گلے مل رہی تھی اور آیان مہذب انداز میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے اندر آتا دیکھ کر اٹھ کر سلام کرنے لگا۔ میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر جواب دے کر اس کے والد سے ملنے لگا۔

''بہت معذرت چاہوں گی روحی بہن.....! اس دن کے بعد ہم آپ سے رابطہ نہ کر سکے۔ دراصل یہاں سے جاتے ہی ہمیں اطلاع ملی کہ عامر کی والدہ یعنی میری ساس کی طبیعت بے حد خراب ہوگئی ہے۔ ہمیں اسی وقت حیدر آباد کے لیے نکلنا پڑا۔ حالات وہاں ایسے تھے کہ ہم میں سے کوئی بھی آپ سے رابطہ نہ کر سکا۔ اب ان کی حالت بہتر ہوئی تو کراچی پہنچ کر ہم پہلی فرصت میں آپ لوگوں سے ملنے آئے ہیں۔'' رابعہ تفصیل سے ساری بات بتانے لگی اور میں شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرا۔ وہ واقعی اعلیٰ ظرف عورت تھی جو مجھ جیسے دھوکے باز انسان کی بیٹی کو اپنانے آئی تھی۔

''حالانکہ بھائی صاحب میں نے آیان سے کہا تھا کہ آپ لوگوں کو مطلع کر دے..... مگر قسمت دیکھیں کہ اسپتال سے نکلتے ہوئے گن پوائنٹ پر آیان کا موبائل چھن گیا۔'' آیان کے والد کے مزید بتانے پر ساری گتھیاں سلجھتی جا رہی تھیں۔

''ارے دعا بیٹی کہاں ہے اسے بلائیں ہم اسے یہ دوپٹا اوڑھانا چاہتے ہیں۔ میری سسرال میں روایت ہے دوپٹا اوڑھا کے رشتہ پکا کیا جاتا ہے۔ پرسوں ہی تو میں نے آیان اور اپنی بھانجی کو مارکیٹ بھیج کر دوپٹا منگوایا ہے۔ بلائیں ناں دعا کو۔'' رابعہ شاپنگ بیگ سے ایک انتہائی خوب صورت سرخ رنگ کا کام والا دوپٹا نکالتے ہوئے بول رہی تھی۔

دعا وہاں آچکی تھی..... اور اس خوب صورت دوپٹے کو اوڑھے رابعہ کے پاس بیٹھی تھی۔ سب کچھ یک دم آئینے کی طرح صاف ہو چکا تھا۔ میں پُرسکون سا ہوگیا۔ عامر صاحب فون کال سننے باہر گئے تھے۔ دعا اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔ روحی، رابعہ کو گھر دکھانے کے لیے اندر لے گئیں۔ میں کچھ دیر بیٹھا آیان سے گفتگو میں مشغول رہا۔ پھر پانی کی طلب محسوس کرتے اندر آگیا۔ پانی پی کر میں پلٹا ہی تھا کہ سامنے رابعہ کو کھڑا پایا۔ غالباً روحی کچن میں ملازمین کو کھانے کے انتظامات کرنے کی ہدایت دینے گئی تھی۔ تب رابعہ شاید مجھے یہاں پا کر اِدھر ہی آگئی تھی۔

''اصفہان لودھی کسی معصوم لڑکی کا دل توڑنا کتنا آسان ہے یہ تو تم بخوبی جانتے ہو مگر اب یقیناً ٹوٹے دل کی لڑکی پر گزرنے والی اذیتوں کا عالم بھی جان گئے ہوگے۔ بخدا! یہ جو اتنے دنوں تک رابطہ نہ ہو سکا اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ یہ اللہ کی طرف سے تھا۔ وہ بہتر جانتا ہے اس میں اس کی کیا مصلحت..... پر میں جانتی ہوں تم یہ دس دن کس اذیت میں مبتلا رہے ہوگے۔ یقین کرو میں تمہیں کب کی بھول چکی تھی۔ میرے شوہر کی پُرخلوص محبت نے کچھ یاد نہیں رہنے دیا..... پر اس دن تمہیں دیکھ کر شدت سے مجھے اپنی نسوانیت کی تذلیل یاد آگئی۔ عورت کا کھلونا بننا یاد آگیا۔ تمہاری ذات کوئی معتبر نہیں رکھتی مگر تمہاری ذات سے وابستہ دھوکا یاد آگیا۔ قصور تمہارا بھی نہیں، یہ ہمارا معاشرہ ہی ایسا ہے کہ آدم کے بیٹوں کو پل میں ابلیس کا شاگرد بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا۔ پر تم بے فکر رہو۔ میں نے اپنے بیٹے کو آدم کا بیٹا ہی بنایا ہے۔ وہ وعدہ کر کے چھوڑ کر جانے والوں میں سے نہیں..... اور میں اپنے بیٹے کے وعدوں کا پاس رکھنا خوب جانتی ہوں۔'' وہ یہ سب کہہ کر وہاں رکی نہیں تھی۔

کیا ایسا کاری وار بھی کسی نے کھایا ہوگا جیسا میں نے رابعہ کے ہاتھوں کھایا..... اسے ایک ٹھوکر لگی اور وہ اس ٹھوکر سے سبق سیکھ کر ایک عظیم عورت کے روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی اور میں اس عظیم عورت کے اس احسان کے زیرِ بار کھڑا اس کی باتوں پر غور کرتا رہ گیا۔